قاری تنویر احمد شریفی

سحبان الہند، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا احمد سعید دہلوی قدس سرہ

دلّی مرحوم کی خوبیاں:

دلّی میں عجیب عجیب باکمال ہستیاں پیدا ہوئی۔ کچھ وہیں کی خاک سے، کچھ اِدھر اُدھر کے، جو دلی مرحوم کی وجہ سے روشن ستارے بن گئے۔ دلّی اپنے اندر بے پناہ جوہر رکھتی تھی۔ اس شہر کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ جوہرِ قابل کو صیقل کر کے ابھارنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ (تعلیم الاسلام) کے صاحب زادے مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصف دہلوی رحمتہ اللہ علیہ (جامع کفایت المفتی) تحریر فرماتے ہیں:

''کہاں تک نام شمار کرو گے؟ سو برس کی تاریخ کو جتنا کھنگالو گے لعل والماس ہی نکلیں گے اور اس کی خاک کو جتنا رول کر دیکھو گے موتی ہی موتی نظر آئیں گے۔ دلّی کی خاک نے جہاں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ جیسے علماء، مولانا اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ جیسے مجاہد، غالب وداغ جیسے شاعر، نواب ضیاء الدین احمد جیسے مؤرخ ونساب، حکیم اجمل خاں رحمتہ اللہ علیہ جیسا طبیب، منشی ذکاء اللہ جیسے ماہر ریاضی، سر سید احمد خاں جیسے مدبر ایثار پیشہ، مفتی صدرالدین خاں رحمتہ اللہ علیہ جیسے مفتی شاہ محمد اسحاق جیسے محدث پیدا کیے وہاں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ الطاف حسین حالی رحمتہ اللہ علیہ، ڈپٹی نذیر احمد وغیرہ جیسے جوہر قابل کو صیقل دے کر چمکایا۔ مولانا محمد علی جوہر رحمتہ اللہ علیہ، ڈاکٹر مختار احمد انصاری رحمتہ اللہ علیہ، مفتیٔ اعظم مولانا محمد کفایت اللہ جیسے اکابر ملت کو اپنی آنکھوں کا تارا بنایا۔ جوہر شناسی اور قدر افزائی بھی اس اجڑی ہوئی دلی کا خاصہ ہے۔

زمانہ حاضر پر جب ہم نگاہ ڈال کر تجسس کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دلّی کی ان مجاہد ہستیوں میں سے جنھوں نے اپنی ذاتی محنت وکاوش سے ایک عظیم الشان کردار پیدا کیا اور دلی کی تہذیبی ومعاشرتی خصوصیات کو قائم رکھا، مولانا احمد سعید کی ہستی اس کا ایک آخری نمونہ تھی (مفتی اعظم کی یاد، ص: ۴۱۔۳۴۰ کراچی)

آنے والی سطور میں ایک ایسی ہی ہستی کا ذکر ہے جس نے دلّی کی علمی روایت اور تہذیب کو چار چاند لگائے اور خود بھی اسی کی ایک یادگار بن گئے۔ اب دلّی کا تذکرہ اور ان کی یاد لازم وملزوم ہوگئی اور ان کی یاد کے ساتھ دلّی کی علمی مجلسی روایات اور آداب وتہذیب کی بیسیوں یادیں وابستہ ہوگئی ہیں۔

پیدائش وخاندان:

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلوی علیہ الرحمۃ ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ / دسمبر ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد جناب حافظ نواب مرزا مرحوم مسجد ''زینت المساجد'' میں امام اور مدرس تھے۔ آپ کے دادا حضور خواجہ نواب علی مرحوم دلّی شہر کے مشہور صوفی اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ ان کے بزرگوں کو مشہور مغل بادشاہ جلال الدین اکبر نے عرب سے کشمیر بلایا تھا۔ شاہ جہاں کے زمانے میں یہ خاندان کشمیر سے آگرہ آ گیا اور ایک عرصہ وہاں گزار کر یہ خاندان دلّی منتقل ہو گیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے پہلے تک یہ خاندان کشمیری کڑہ میں سکونت پذیر تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد کو مغل دربار میں رسائی حاصل تھی اور ''خواجہ زادہ مغل'' کا خطاب عطا ہوا تھا۔

ابتدائی تعلیم:

حضرت سحبان الہند علیہ الرحمہ نے ابتدائی تعلیم مولانا عبدالمجید مصطفیٰ آبادی مرحوم سے حاصل کی، اور تکمیل حفظ قرآن کی دستار بندی مدرسہ حسینیہ ٹمیا محل بازار، دلّی میں ہوئی۔

وعظ کا ملکہ:

مولانا احمد سعید دہلوی رحمتہ اللہ علیہ مولانا محمد حسین فقیر رحمتہ اللہ علیہ، مولانا راسخ رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا محمد ابراہیم دہلوی کے وعظ بہت شوق سے سنتے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ برس کے قریب تھی۔ وعظ سنتے سنتے خود بھی ایک اچھے واعظ اور خطیب بن گئے اور وعظ کہنے لگے۔ شروع شروع میں مولانا احمد سعید گھروں میں وعظ کہا کرتے تھے۔ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں:

''بھئی! ہماری زندگی تو شروع سے قلندرانہ زندگی ہے۔ جب ہم کسی کے گھر پر جا کر وعظ کہتے تھے تو دو روپے نذرانہ ملتا تھا۔ کچھ تار کشی کا کام کر لیتے تھے اس طرح عسرت کے ساتھ زندگی گزر بسر ہوتی تھی۔

(مفتی اعظم کی یاد، ص: ۳۴۴)

اعلیٰ تعلیم:

حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصف دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

''غالباً ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۰ء تک ایک زمانہ تھا جب کہ مولانا کی عمر بیس بائیس سال کی ہوگی، آپ بھی کبھی کبھی فوارے [۱] پر تقریر کرتے تھے۔ سامنے نواب روشن الدولہ کی سنہری مسجد میں مدرسہ امینیہ تھا اور حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد

[۱] (دلی کے لال قلعے سے جو سڑک فتح پوری مسجد کی طرف جاتی ہے اسی سڑک پر بائیں جانب سنہری مسجد آج بھی موجود ہے، یہاں ابتدا میں مدرسہ امینیہ قائم ہوا تھا، جو بعد میں یہاں سے منتقل ہو کر کشمیری گیٹ کے علاقے میں چلا گیا تھا، جہاں آب و تاب کے ساتھ یہ مدرسہ آج بھی قائم ہے۔ اس مسجد کے سامنے جو چوک ہے وہ فوارہ چوک کہلاتا ہے۔ ''شریفی'')

کفایت اللہ اس کے صدر مدرس تھے۔ مدرسے کے طلباء بھی ان تقریروں میں آ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ انھی میں سے حضرت مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہونہار ذی استعداد اور محنتی شاگرد مولانا قاری حافظ محمد یاسین سکندر آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ یہ مدرسہ حسینیہ میں کبھی کبھی چلے جاتے تھے، مولوی احمد سعید سے واقف تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے ایک مرتبہ مولانا احمد سعید کی تقریر کی تعریف سنی تو اپنے شاگرد سے کہا کہ اس نوجوان واعظ سے پوچھنا کہ اس نے کہاں سے پڑھا ہے؟ اور کہاں تک پڑھا ہے؟ قاری صاحب موصوف وعظ میں شریک ہوتے ہی تھے ختم ہونے پر نوجوان کے ساتھ ہو لیے۔ راستے میں پوچھا کہ مولوی صاحب آپ نے کہاں پڑھا ہے؟ قاری صاحب موصوف ایک طالب علم تھے اور نوجوان واعظ کو کم سے کم دارالعلوم دیوبند کا فاضل ترین فیض یافتہ خیال کرتے تھے، انھوں نے یہ بھی محسوس نہ کیا تھا کہ استاذِ محترم نے یہ خدمت کیوں میرے سپرد کی ہے؟

غرض کہ مولانا نے قاری صاحب کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں الجھا دیا، اصل بات کا جواب نہیں دیا۔ دوسرے دن پھر پوچھا، مگر بات کو ٹال دیا۔ وہ ٹالتے رہے یہ پوچھتے رہے اور آخر نوجوان واعظ نے ایک دن یہ جواب دیا کہ مولوی صاحب! آپ یہ بات پوچھتے ہیں تو مجھے شرمندگی ہوتی ہے کہیں پڑھا ہو تو بتاؤں۔ بھئی میں نے تو کہیں نہیں پڑھا اور کچھ نہیں پڑھا۔ البتہ پڑھنے کی آرزو ہے۔

قاری صاحب موصوف کو یقین نہیں آیا لیکن کچھ عرصہ بعد تعلقات بڑھے، زیادہ میل جول ہوا تو قاری صاحب کو معلوم ہو گیا کہ واقعی یہ ان پڑھ ہیں۔ پھر انھوں نے مولانا کو رائے دی کہ آپ مدرسہ امینیہ میں داخلہ لے لیجئے اور علم حاصل کیجئے۔ مولانا نے کہا کہ بھئی مولوی صاحب! میں کیوں کر پڑھ سکتا ہوں؟ والد کے انتقال کے بعد سے گھر کا سارا بوجھ مجھ پر ہے، شادی بھی ہو چکی ہے۔ دن بھر محنت کرتا ہوں جب کہیں جا کر کام چلتا ہے اور آذوقہ نصیب ہوتا ہے ان حالات میں داخلہ لے کر پڑھنے کی فرصت کہاں؟

مگر ان کو پڑھانا اور ان کو پڑھنا مقدر تھا قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استادِ محترم (حضرت مفتی صاحب) سے اجازت لے کر مولانا کے گھر جا کر پڑھانا شروع کر دیا۔ (مفتی اعظم کی یاد، ص: ۳۴۶۔۴۷)

ایک سال تک اسی طرح تعلیمی سلسلہ چلتا رہا اور ساتھ میں حضرت سحبان الہند تجارت بھی کرتے رہے، اور دن میں مال تیار کر کے شام کو فتح پوری کے بازار میں فروخت کر کے عشاء کے بعد پڑھتے تھے۔

ایک سال کے بعد آپ نے باقاعدہ مدرسہ امینیہ میں شوّال المکرّم ۱۳۲۸ھ / اکتوبر ۱۹۱۰ء میں داخلہ لیا اور شرح مأتہ عامل اور مفید الطالبین کے اسباق شروع ہوئے۔ مولانا کی سند میں مندرجہ ذیل کتابیں درج ہیں جو مدرسہ امینیہ میں آپ نے پڑھیں:

''تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، طحاوی، ابوداؤد، مشکوٰۃ، نخبۃ الفکر، مختصر القدوری،

کنز الدقائق، شرح وقایہ، ہدایہ، اصول الشاشی، نورالانوار، توضیح تلویح، ایساغوجی، مرقات، شرح تہذیب، قطبی، ملاحسن، حمداللہ، مناظرۂ رشیدیہ، ہدیہ سعیدیہ، میبذی، مختصر المعانی، مطوّل، شرح مأۃ عامل، ہدایۃ النحو کافیہ، شرح جامی، مفید الطالبین، نفحۃ الیمن، قلیوبی، سبعۂ معلقہ اور دیوان متنبّی۔

مدرسے سے خارج اوقات میں مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اور کتابیں بھی حضرت مفتیٔ اعظم سے پڑھی تھیں جن میں فتح الباری بھی شامل ہے۔ اس طرح یہ مولوی احمد سعید صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ مولوی، ایک فاضل عالمِ دین بن گئے۔ حضرت مفتیٔ اعظم کے فیضِ صحبت وتربیت نے انھیں ایسا سنوارا اور چمکایا کہ ایک شیریں بیان واعظ ہوئے اور ”سحبان الہند“ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمۃ نے بھی ان کے کمال کی داد دی۔ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب دلی جاتے تھے تو مولانا احمد سعید علیہ الرحمۃ کے منبر کے پائے سے چپک کر بیٹھ کر بڑی توجہ سے مولانا کی تقریر سنتے تھے۔ کسی نے شاہ جی سے کہا: شاہ جی! آپ تو خود ایک خطیب ہیں۔ پھر بھی مولانا احمد سعید کو توجہ سے سنتے ہیں؟ شاہ جی نے فرمایا: ہاں! میں مولانا احمد سعید کی ایک تقریر سے سال بھر تقریر کرتا ہوں۔ شاہ جی کا یہ واقعہ میں نے اپنے جدِ امجد استاذی حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہ سے سنا تھا، جو حضرت سحبان الہند کی مجلس کے حاضر باش تھے۔

اساتذہ کرام:

مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی، مولانا محمد ضیاء الحق دیوبندی، مولانا محمد قاسم دیوبندی، مولانا سید انظار احمد سہنس پوری اور مولانا قاری محمد یاسین سکندر آبادی رحمۃ اللہ علیہم سے تحصیلِ علمی کا شرف حاصل تھا خصوصاً حضرت مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ صحبت کا ان کی ذہنی وفکری صلاحیتوں کو صیقل کرنے اور ان کے جوہر کو چمکانے میں خاص حصہ تھا۔

ذریعہ معاش:

ابتداً ان کا ذریعہ معاش تارکشی کا کام تھا۔ مدرسہ امینیہ میں داخل ہوئے تو اس کام کے وقت کو محدود کر دیا اور اسی کے مطابق آمدنی بھی محدود ہوئی لیکن وعظ وتبلیغ کے نذرانوں سے گزر بسر ہو جاتی تھی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت مفتیٔ اعظم کے حکم سے وعظ کا نذرانہ لینا بند کر دیا تھا۔ محلۂ فراش خانے کی ایک مسجد میں روزانہ صبح کو درسِ قرآن کا سلسلہ شروع فرمایا تو وہاں سے ان کی ساٹھ روپے ماہانہ تنخواہ مقرر ہوگئی۔ اس طرح معاش کی طرف سے ان کی فکر جاتی رہی۔ انھوں نے بڑی مستقل مزاجی اور محنت سے درسِ قرآن جاری رکھا۔ اس پہلے سلسلۂ درسِ قرآن میں چودہ برس کے روز وشب اور گرم وسرد موسم گزرے اور ترجمۂ قرآن مکمل ہوا۔ قرآن حکیم کے علوم ومعارف میں ان کے رسوخ اور پختہ

سیرت، شخصیت کی تعمیر میں ان کی ان چودہ برس کی ریاضت کا بڑا حصہ ہے۔

تدریسی خدمت:

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مفتیٔ اعظم نے اپنے اس چہیتے شاگرد (جسے دعائے مفتیٔ اعظم کہنا بجا ہے) کو معین مدرس کے طور پر مدرسہ امینیہ دلّی میں مقرر کرلیا تھا اور کچھ ابتدائی کتابیں پڑھانے کے لیے دے دیں تھیں۔ حضرت سحبان الہند نے بہت محنت اور ذمے داری کے ساتھ کئی برس تک یہ خدمت انجام دی۔ اس خدمت کا یہ فائدہ ہوا کہ درسیات میں ان کی نظر گہری ہوگئی، دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ ایک مُربّی کامل کی نگرانی اور قرب وفیضِ صحبت سے جو ہر قابل جلا پاتا رہا اور ان کا سینۂ بے کینہ علوم ومعارف کے انوار سے معمور رہا۔ اب چونکہ علوم وفنون میں انھیں رسوخ حاصل ہوگیا تھا اس لیے ان کی تقریر اب اڑائی ہوئی تقریر نہیں ہوتی تھی بلکہ ٹھوس، مدلل اور مربوط ہونے کے ساتھ اس میں ایک علمی شان بھی پیدا ہوگئی تھی۔ زبان کی لطافت وشیرینی اور فصاحت وبلاغت کی خوبی پہلے سے تھی، اس کا رنگ بھی شوخ اور پختہ ہوگیا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے وقت کے ایک کامیاب واعظ وخطیب اور واقعی سحبان الہند بن گئے تھے اور خطابت کے میدان میں ان کا ڈنکا بجنے لگا تھا۔ ان کی مقبولیت آسمان کو چھو رہی تھی اور عوام میں ان کی شہرت بہت بڑھ گئی تھی۔

مناظرے کی تربیت:

حضرت مولانا احمد سعید دہلوی نے تحصیل علوم وفنون کے ساتھ فن مناظرہ پڑھا بھی تھا اور باقاعدہ اس کی تربیت حاصل کی تھی، ان کے استاد ومُربّی حضرت مفتیؒ اعظم رحمۃ اللہ علیہ مناظروں میں ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ وہ مقابل کے اعتراضات کے جواب بھی بتلاتے تھے اور سوالات پوچھنے اور اعتراضات کرنے میں بھی ان کی رہنمائی فرماتے تھے۔

اس دور میں مولانا مرحوم نے معرکۃ الآرا مناظرے کیے۔ اس وقت آریوں میں بڑے بڑے فاضل مناظر اور خطیب موجود تھے۔ پنڈت رام چند دہلوی کا نہ صرف دلّی بلکہ پورے ہندوستان میں طوطی بول رہا تھا۔ قرآن مجید عمدہ پڑھتا تھا اور بڑا طرار، چرب زبان تھا۔ مولانا نے اس سے بھی مناظرہ کیا۔ مولانا کی حاضر جوابی، خطابت اور بذلہ سنجی ہمیشہ سب پر غالب رہتی اور حضرت مفتیٔ اعظم کی اعانت سونے پر سہاگے کا کام کرتی تھی۔ مولانا نے بڑے بڑے میدان جیتے اور اپنے مقابلین کو شکستِ فاش دی اور انھیں فرار پر مجبور کردیا۔ مناظروں کی مشق نے مولانا کے اندازِ بیان کو نقطۂ کمال پر پہنچا دیا تھا۔ مناظرے میں ان کی ظرافت اور بذلہ سنجی بھی اپنا رنگ جماتی اور مجمع کو ہنساتی اور کبھی ماحول کو زعفرانِ زار بنا دیتی تھی۔

جمعیت علمائے ہند کی تاسیس:

۱۹۱۹ء میں حضرت مفتیٔ اعظم نے جمعیت علمائے ہند کے قیام کے لیے دیگر علمائے کرام سے جو مذاکرات فرمائے ان میں مولانا احمد سعید دہلوی بھی آپ کے دستِ راست تھے۔ مدرسہ امینیہ دلّی کے جس کمرے میں حضرت مفتی

صاحب بیٹھتے تھے یہی جمعیت کا پہلا دفتر تھا۔ اس کمرے میں دونوں استاذ شاگرد تمام ابتدائی امور انجام دیتے تھے۔

مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصف دہلوی سے حضرت سحبان الہند فرمایا کرتے تھے:

''میاں مفتی صاحب! دفتر جمعیت کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے اس طرح چلایا ہے کہ حضرت تو حساب کتاب لکھتے تھے اور میں ڈاک تیار کر کے خود ڈاک خانے لے جاتا تھا'' (مفتی اعظم کی یاد، ص: ۳۵۶)

سیاسی تحریکات:

انگریزوں کو ملکِ عزیز سے نکالنے میں علمائے حق نے بھرپور جدوجہد کی۔ حضرت سحبان الہند ترکِ موالات کے سلسلے میں پہلی مرتبہ ۱۹۲۱ء میں گرفتار ہو کر میانوالی جیل میں رہے۔ ایک سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء کو رہائی ملی۔ اس اسیری کے زمانے میں پنجاب اور یو۔ پی کے بہت سے ہندو اور مسلمان رہنما ان کے ساتھ تھے۔ ان کے ساتھ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری علیہ الرحمۃ اسی جیل میں اسیر تھے۔

۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۲ء کی تحریکِ سول نافرمانی میں حصہ لینے کے جرم میں گرفتار کیا گیا اور ملتان جیل میں اسیری کے ایام گزارے۔ اس اسیری کے ایام میں آپ کے استاذِ محترم حضرت مفتیٔ اعظم بھی ہمراہ تھے۔ حضرت سحبان الہند کی رہائی کا پروانہ پہلے آ گیا اور انھیں ملتان جیل سے رہا کر دیا گیا۔ اس رہائی کے وقت آپ کے استاذِ اکبر حضرت مفتیٔ اعظم نے اپنے دلی جذبات کا اظہار اس طرح فرمایا:

چل دیا وہ حالِ دل سے بے خبر　　جان و دل کا ہے سفر جس کا سفر
جس سے وابستہ تھیں میری راحتیں　　جانتا تھا میں جسے قلب و جگر
کنجِ تنہائی کا میرے تھا رفیق　　مونسِ جاں تھا سفر ہو یا حضر
مولوی احمد سعید خوش لقا　　واعظ آتش جادو اثر
شیر دل، کانِ مروت، سیر چشم　　پیکر صدق و وفا والا گہر
ناظم جمعیت اعلام ہند　　تجربہ کار و امین و باخبر
چھوڑ کر زنداں میں مجھ کو چل دیا　　پھیرلی انس و محبت کی نظر
تیری فرقت کا تصور الغیاث　　الحذر تیری جدائی الحذر
تیرے دم سے قید خانہ باغ تھا　　اور ترے اخلاق تھے اس کے ثمر
چوں کہ راضی بالقضا تھا اس لیے　　قید کا مطلق نہ تھا تجھ پر اثر
تھی بہ دولت تیرے بزمِ عیش گرم　　جیل میں دن رات اور شام و سحر

مِلک تیری دوستوں پر وقف تھی
جان بھی دیتا کوئی لیتا اگر

رعب و ہیبتِ سے تری اے مردِ حق
فوج باطل ہوگئی زیر و زبر

ہیبتِ حق تیرے چہرے سے عیاں
لرزہ براندام تجھ سے شیر نر

یہ حقیقت ہے کہ کرتی ہے تری
خوش بیانی دل میں پتھر کے اثر

بے شبہ ہے تیری تقریرِ بلیغ
دل نشینی میں کنقش فی الحجر

باغِ جمعیت مساعی سے تری
سبز و شاداب و شگفتہ پر ثمر

تیرا دل ہے مال و زر سے بے نیاز
فضلِ حق پر رہتی ہے ہر دم نظر

دیکھ کر قربانیاں تیری ہمیں
یاد آتے ہیں خلیل نام ور

حق ترا حامی ہو اور طالع سعید
اور قدم چومے ترے فتح و ظفر

ہو تری اولاد تیری جانشین
مثل تیرے بلکہ فایق ہوں پسر

کارناموں کو ترے زندہ رکھیں
اور ہر ایک ان میں ہو سرّ پدر

اور ہو دارین کی آفات سے
فضل مولیٰ واسطے تیرے سپَر

موردِ الطاف باری تو رہے
عمر بھر ہر سال ہر شام و سحر

پھولتے پھلتے رہیں تیرے فیوض
صیّت ہو تیرا محیط بحر و بر

لطف سے تیرے ہے امید قبول
پیش کش ہے گرچہ میری مختصر

اس کے بعد بھی حضرت سحبان الہند رحمۃ اللہ علیہ متعدد بار گرفتار ہوئے۔ ان کے لیے جیل جانا اور سزا پانا بچوں کا کھیل بن گیا تھا۔ حضرت سحبان الہند جمعیت علمائے ہند کے یومِ تاسیس سے ہی اس کے ناظمِ اعلیٰ مقرر ہوگئے تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرۂ العزیز کی وفات کے بعد جمعیت کے عبوری صدر بھی رہے۔ ایک زمانے میں جمعیت کے نائب صدر بھی رہے۔

تصنیفات وتالیفات:

اللہ رب العزت نے حضرت سحبان الہند علیہ الرحمۃ میں بہت سی خوبیاں جمع کر دی تھیں۔ وہ بیک وقت سیاست، وعظ وتبلیغ اور تصنیف و تالیف کے مردِ میدان تھے۔ ان کے علم وسیرت اور کارناموں میں بڑا توازن تھا، ان کی تصنیفات وتالیفات میں:

۱۔کشف الرحمٰن فی ترجمہ القرآن ۲۔تقاریر سیرت ۳۔خدا کی باتیں ۴۔رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ۵۔معجزاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۶۔صلوٰۃ وسلام ۷۔جنت کی ضمانت ۸۔جنت کی کنجی ۹۔دوزخ کا کھٹکا ۱۰۔موت کا جھٹکا ۱۱۔ماہِ رمضان ۱۲۔پردے کی باتیں ۱۳۔پاک زندگی

بہت مشہور ہیں۔ان کی تصانیف وعظ ونصیحت، تاریخ وسیرت کی خوبیوں کے ساتھ زبان وبیان اور ادب کے حسن ولطائف کا مجموعہ بھی ہیں۔حضرت سحبان الہند کی کتابوں کی اشاعت کا بیڑا پاکستان میں میرے جدِ امجد حضرت قاری صاحب نے اٹھایا تھا، جو بحمد للہ جاری وساری ہے۔حضرت سحبان الہند نے دلّی میں اپ نے استاذ محترم حضرت مفتیٔ اعظم کی سرپرستی میں مؤتمر المصنفین قائم فرمایا جس کا مقصد مسلمانوں کے لیے خاص مذہبی کتابیں مہیا کرنا تھا، اور احادیث مبارکہ کی کتب کے جو اردو تراجم علمائے کرام نے کیے تھے ان کو مروجہ اردو زبان میں از سرنو لکھا جائے کیوں کہ سابقہ تراجم کی اردو غیر مانوس ہوگئی تھی، اور ان سے فائدہ حاصل کرنا مشکل ہوگیا تھا۔

تیرھویں صدی کے وسط میں حکیم الامت، حضرت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے خاندان نے قرآن کریم کی بہت خدمت کی، اور قرآن کریم کے ترجمے کیے، جو ترجمے کے اعتبار سے بہترین تراجم شمار کیے جاتے ہیں لیکن ان کی زبان اس قدر ناموس ہوگئی تھی کہ ان سے قرآن کے مطالب ومفہوم کے سمجھنے میں دشواری ہونے لگی تھی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے اپنے ترجمہ قرآن پر ''موضح قرآن'' کے نام سے مختصر تفسیری حاشیہ لکھا تھا۔ زمانے کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے اردو قدیم ہوگئی تھی اور سمجھنے میں دشواری ہونے لگی تھی۔حضرت شاہ صاحب کے بعد بہت ترجمے اور تفسیری حاشیے لکھے گئے، لیکن ''موضح قرآن'' کی خوبیاں اور کمالات پردۂ خفا میں رہ گئے، اور ''موضح قرآن'' میں جن نکات اور عمیق باتوں کی رعایت رکھی گئی تھی اس سے عوام تو عوام خواص بھی محروم ہوگئے۔

حضرت سحبان الہند نے اپنے احباب کے اصرار پر یہ ارادہ بھی فرمایا کہ موضح قرآن پر ایک تفصیلی تبصرہ کیا جائے اس طرح آپ کے پیش نظر تین کام تھے۔

۱۔حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمۃ کے ترجمے کی وضاحت اور ضروری تبدیلی۔

۲۔موضح قرآن کی تشریح وتوضیح۔

۳۔مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ وتشریح، جو حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے تلمیذ رشید مولانا نواب قطب الدین خان مرحوم نے ''مظاہرِ حق'' کے نام سے کیا تھا۔اس ترجمے کی جدید اردو میں تبدیلی۔

ان امور کے لیے ''مؤتمر المصنفین'' کو قائم کیا تھا۔اہل دہلی میں سے مخیّر حضرات نے ان کاموں میں غیر معمولی دلچسپی لی اس کے بعد وسیع النظر علماء کی تلاش ہوئی جو اردو زبان پر پورا عبور رکھتے ہوں۔ یہ کام سرمایہ فراہم ہونے

سے بھی زیادہ مشکل تھا۔ کیوں کہ جو حضرات اردو زبان عبور رکھتے تھے وہ وسیع النظر نہیں تھے، اور جو وسیع النظر تھے وہ اردو پر عبور نہیں رکھتے تھے۔ یہ الجھن کافی عرصے رہی اور ایک زمانے کے بعد حضرت سحبان الہند نے چند حضرات کو منتخب فرمایا۔ علمی ذوق رکھنے والے حضرات سحبان الہند کے علمی کارناموں کو دیکھ کر اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت سحبان الہند کا ذوق کیسا تھا۔ حضرت سحبان الہند کو زندگی بھر قرآن کریم کے معارف سے شغف رہا۔ اہل مجلس مؤتمر المصنفین کے باہمی مشورے سے یہ بھی طے پایا کہ قرآن کریم کا ترجمہ حضرت سحبان الہند خود کریں گے، باقی حضرات کے ذمے مظاہر حق کا کام سپرد کیا جائے اس کی نگرانی بھی حضرت سحبان الہند فرمائیں۔ مظاہر حق کے ترجمے کی جو آرزو تھی وہ تو پوری نہ ہو سکی البتہ حضرت سحبان الہند علیہ الرحمۃ نے سیاسی و مذہبی مشاغل اور پھر بیماری کے لیے درپے حملوں کے باوجود ترجمے کا کام پورے انہماک کے ساتھ جاری رکھا۔ جو اٹھارہ سالہ محنتِ شاقہ کے بعد منظرِ عام پر آیا۔

ترجمے کا کام کس طرح ہوتا تھا اس کے متعلق حضرت سحبان الہند کے فرزند رشید مولانا محمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''روزانہ کام کرنے کا معمول یہ تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر (دلّی کے ایک علاقے) فراش خانے میں کڑہ ہدو کی مسجد میں تشریف لے جاتے، وہاں ڈیڑھ دو گھنٹے قرآن شریف کا ترجمہ بیان فرماتے، اس مسجد میں کم وبیش تیس بتیس سال آپ نے ترجمہ قرآن کریم بیان فرمایا۔ ترجمے سے فارغ ہو کر مکان تشریف لے آتے اور ترجمہ قرآن لکھنے میں مشغول ہو جاتے۔ قرآن کریم کے اس ترجمے میں حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ وقتاً فوقتاً شرکت فرمایا کرتے تھے۔''

(کشف الرحمٰن، ج:۱، ص:۵، کراچی)

حضرت سحبان الہند کس محنت ومشقت کے ساتھ یہ خدمت انجام دیتے تھے اسے بھی پڑھ کر ایمان کو تازہ کیجئے اور آج کے مؤلفین و مصنفین کا موازنہ اس سے کیجئے:

''علمائے کرام مختصر جماعت حضرت مولانا کے سامنے مختلف ترجموں کے قرآن اور تفسیریں کھولے بیٹھی رہتی۔ کبھی آپ ایک سے ترجمہ سنتے، پھر دوسرے کو اشارہ فرماتے، اور پھر تفسیروں کو پڑھواتے۔ اخیر میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے ترجمے کو سنتے۔ سب کچھ سننے کے بعد آپ ایک آیت کا ترجمہ لکھتے تھے۔ پھر دوسری آیت لیتے، اس کا بھی اسی طرح چکر چلتا تھا۔ یہاں تک کہ مئی جون کی شدید گرمی میں ڈیڑھ دو بجے تک تین چار آیتوں کا ترجمہ کر پاتے تھے۔ پھر کھانا کھا کر کچھ دیر آرام فرماتے۔ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر صبح کے لکھے ہوئے ترجمے پر نظرِ ثانی فرماتے تھے۔ کبھی حضرت مولانا سلطان محمود شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ فتح پوری، حضرت سحبان الہند سے ملنے تشریف لاتے تو ان کو ملاحظہ کراتے۔ کبھی مولانا اللہ بخش صاحب، مولانا ضیاء الحق دیوبندی (حضرت سحبان الہند کے استاذ محترم) آتے تو ان کو سناتے

،کبھی حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی (نائب امیر شریعت) تشریف لاتے تو ان کو ملاحظہ کرایا۔کبھی کوئی اور صاحب تشریف لائے تو ان کو دکھایا۔کوئی صاحب پاکستان سے ملنے جاتے تو ان کو بھی دکھایا،غرض اہلِ علم میں جو حضرات بھی کہیں سے تشریف لاتے ان کو ضرور ملاحظہ کراتے۔ ہفتے عشرے میں مفتیٔ اعظم حضرت علامہ محمد کفایت اللہ کو بھی ، جو اس ادارے (مؤتمر المصنفین) کے نگران وسر پرست تھے،ضرور ملاحظہ کراتے رہتے تھے۔(کشف الرحمٰن، ج:۱،ص:۵)

استادمحترم حضرت مولانا سید اخلاق حسین قاسمی علیہ الرحمۃ بھی بعض اوقات اس تفسیری مجلس میں ہوتے تھے۔ حضرت سحبان الہند کو جہاں ترجمے میں دقت ہوتی تو بعض اوقات مولانا قاسمی کو حضرت مفتیٔ اعظم کے پاس بھیجتے کہ یہ حضرت کو دکھا کر ترجمہ لکھوا کر لائیں۔حضرت مولانا قاسمی نے حضرت مفتیٔ اعظم کی قرآن فہمی پر ایک مضمون تحریر فرمایا ہے جو روز نامہ الجمعیت دہلی کے مفتیٔ اعظم نمبر میں موجود ہےاس مضمون میں اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حضرت سحبان الہند علیہ الرحمۃ کے ترجمۂ قرآن کشف الرحمٰن پر جن اکابر اور بزرگوں نے آراء لکھیں ہیں ان سے جہاں کشف الرحمٰن کی اہمیت معلوم ہوتی ہے وہیں حضرت سحبان الہند کی شخصیت پر اکابر و بزرگوں کے اعتماد کا بھی پتا چلتا ہے۔ہم ان آراء کے چند اقتباسات دیتے ہیں تاکہ قارئین محترم بھی محظوظ ہوں۔

شیخ الاسلام امامنا وسیدنا مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''کسی کتاب کی مقبولیت وافادیت کے لیے سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب مدظلہ کا نام سند اور ضمانت ہے،اور موصوف کا نام کسی تصنیف پر آجانے کے بعد کسی تقریظ یا اظہارِ رائے کی ضرورت نہیں رہتی''۔

یہ بھی ایک تاریخی شہادت ہے کہ حضرت شیخ الاسلام دنّی کی شخصیات میں سے حضرت سحبان الہند کو ''اعلیٰ حضرت'' بھی فرمایا کرتے تھے۔شیخ الحدیث حضرت مولانا فخر الدین مرادآبادی تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کا نام کسی تصنیف پر آجانے کے بعد زبان وبیان کے سلسلے میں ہرگز دورائیں نہیں ہوسکتیں۔حضرت مولانا علیہ الرحمۃ دنّی کی ٹکسالی زبان اور محاورات کے ماہر تھے اوراسی باعث انھیں سیکڑوں زبان داں ہم عصر کے درمیان سحبان الہند کا خطاب ملا۔حضرت مولانا کا یہ طرزِ تحریر قرآن کریم کے ترجمے میں بھی صاف نظر آتا ہےاور کہا جاسکتا ہے کہ یہ ترجمہ قرآن کریم کے سابق تراجم سے فایق ہے۔''

اعزاز العلماء حضرت مولانا محمد اعزاز علی امروہوی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

''تفسیر وترجمہ اختصار اور تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ اس قدر جامع ہے کہ بہت سے شبہات جو کہ آج کل آیاتِ قرآنیہ کے متعلق کیے جاتے ہیں ترجمے ہی سے دور ہوجاتے ہیں اور تفسیر دیکھنے کے بعد تو کوئی شبہ باقی ہی نہیں رہتا۔اس لیے میرے نزدیک یہ تفسیر نہ صرف اردوداں طبقے کے لیے ضروری اور مفید ہے بلکہ طلباء اور علماء بھی اس سے مستغنی نہیں ہیں۔''

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ تو بہت اونچی بات فرماتے ہیں، ارشاد ہے:

''یہ واقعہ ہے کہ میں تو اس ترجمے سے بہت ہی منشرح ہوا۔ مجھے تمام تراجم میں بوجہ بلاغت حضرت تھانوی قدس سرہ کا ترجمہ پسند تھا۔ لیکن یہ ترجمہ شگفتگی میں اس سے بھی کچھ سوا ہی نظر آتا ہے ارادہ کرتا ہوں کہ اپنی تحریرات میں جہاں آیات کے ترجمے درکار ہوں گے تو اس ترجمے کی نقل پر قناعت کر سکوں گا۔''

وفات:

حضرت سحبان الہند نے ۳؍جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ / ۴؍دسمبر ۱۹۵۹ء وفات پائی، اور اپنے استادِ اکبر حضرت مفتی اعظم نور اللہ مرقدہٗ کے پہلو میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کی درگاہ میں تدفین ہوئی، جو قطب صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اللہ رب العزت انھیں کروٹ کروٹ سکھ اور چین نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت سحبان الہند کی اولاد میں سے مولانا محمد سعید دہلوی ان کے جانشین ہوئے جو حضرت مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مدرسہ امینیہ دہلی کے فاضل تھے لیکن حضرت سحبان الہند کے بعد جلد ہی ان کا بھی وصال ہوگیا۔ باقی صاحب زادگان اس علمی اور عزیمتی سفر سے نا آشنا تھے اس لیے حضرت سحبان الہند کی اولاد سے جو فیضان کی توقع رکھی جاسکتی تھی وہ نہ ہو سکی۔

قارئین متوجہ ہوں!

سالانہ چندہ ختم ہونے اور مدّتِ خریداری کی اطلاع قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتے کے اوپر درج کر دی گئی ہے۔ جن قارئین کا زرتعاون نومبر 2015 میں ختم ہو چکا ہے انھیں دسمبر 2015 کا شمارہ ارسال کیا جارہا ہے۔ براہِ کرم سالانہ زرِتعاون -/200 روپے ارسال فرما کر نئے سال کے لیے تجدید کرالیں۔ یہ رقم بذریعہ منی آرڈر -/200 روپے یا درج ذیل موبائل نمبر 0300-6326621 پر -/270 روپے ایزی لوڈ کے ذریعے بھی بھیجی جاسکتی ہے۔ (سرکولیشن منیجر)

''نقیب ختم نبوت'' کی ترسیل، شکایات اور دیگر معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0300-7345095